Vol.4 No.4 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

ثاقبہ رحیم الدین کے مضامین اور انشائیے۔ایک جائزہ

ESSAYS OF SAQIBA RAHIMUDDIN: THE EXPOSITION

منزہ منور سلہری

پی ایچ۔ڈی اُردو اسکالر،لاہور گیریژن یونیورسٹی،لاہور

ڈاکٹر محمد ارشد اُویسی

صدر شعبہ اُردو،لاہور گیریژن یونیورسٹی،لاہور

Abstract:

Saqiba Rahimuddin is the author of various genres of Urdu literature. She has written fiction, articles/essays, and children's stories. She is also the Chairperson of Qalam Qabila Institution, Children's Academy, Quetta, Girls' College, Quetta. But her articles/essays are also very unique. She has written articles/essays on various topics in which articles/essays from the flame of Urdu literature are prominent. This article reviews Saqiba's articles/essays and her articles/essays are unique aspects that have been brought before the reader. Articles in Urdu literature, Anshaia have made a lot of progress. These include all kinds of topics. Subjects of literary, academic, political, social and critical nature are of greater importance in these topics. Saqiba Rahimuddin's articles and insinuations are not very large but he has written all the articles and insinuations

Key words: Saqiba Rahimuddin, Urdu literature, Academy, prominent, Subjects of literary, insinuations, articles

مضمون نویس ثاقبہ رحیم الدین ہمہ جہت شخصیت کی مالک ہیں۔ آپ مضمون نگار، انشائیہ نویس، افسانہ نگار ہیں۔بچوں کے لیے کہانیاں بھی لکھیں۔اُن کے مضامین کا سب سے پہلا مجموعہ "محفل تنہائی" ہے۔ یہ مجموعہ ۱۹۸۰ء میں شائع ہوا اور اس کے دو ایڈیشن ہیں۔"تہذیب کے زخم" کے تین ایڈیشن منظر عام پر آئے۔ پہلا ۱۹۹۴ء میں دوسرا ۲۰۰۷ء اور تیسرا ۲۰۱۴ء میں شائع ہوا۔ اس میں ۵ انشائیوں کے علاوہ ۶ مضامین شامل ہیں۔ یہ مضامین اہم شخصیات کے حوالے سے ہیں۔"درد ہی درد" افسانوی مجموعہ ہے، لیکن اس میں ایک انشائیہ بھی شامل ہے۔ یہ مجموعہ ۱۹۹۹ء میں شائع ہوا۔ گل ہائے رنگ رنگ مضامین اور انشائیہ کا مجموعہ ہے۔ یہ ۲۰۰۴ء میں شائع ہوا۔

مضمون اور انشائیہ میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ انشائیہ مضمون کی ایک قسم ہے لیکن کئی معنوں میں مضمون سے کچھ الگ بھی نہیں۔ مضمون نگار کسی موضوع پر ترتیب کے ساتھ اپنے خیالات پیش کرتا ہے مگر انشائیہ میں خیالات کو مربوط ہونا لازمی نہیں۔ یہاں بے ترتیبی میں ترتیب پیدا کی جاتی ہے۔ اقصیٰ تسنیم اپنی کتاب "ثاقبہ رحیم الدین ایک مطالعہ" میں انشائیہ کی تعریف میں لکھتی ہیں:

> "انشائیہ ایک ایسی صنف ہے جس کا تعلق سراسر ذاتی اور داخلی میلانات اور رجحانات سے ہوتا ہے۔ انسان اپنے اندر ہونے والی ٹوٹ پھوٹ کو جس انداز سے الفاظ کے روپ میں دوسروں کے سامنے پیش کرتا ہے یا پھر خارجی دنیا کے مہمات کے بارے میں اپنی ذاتی رائے کو جس طرح الفاظ کا پیراہن اوڑھتا ہے اسے انشائیہ کہتے ہیں۔" (۱)

بعض ناقدوں نے انشائیہ کو ادب لطیف یا انشائے لطیف سے ملتی جلتی چیز بتائی ہے، ماضی میں ادب لطیف سے الگ ایک خاص قسم کی تحریر مراد لی جاتی تھی۔ نیاز فتح پوری کے مضامین ادب لطیف کی نمائندگی کرتے ہیں۔ انشائیہ ادب لطیف سے کسی قدر قریب تو ہے لیکن اس کا الگ وجود ہے۔ اسی طرح اگر مضمون نویسی کے حوالے سے بات کی جائے تو مضمون کو انگریزی میں (Essay) کہتے ہیں۔ یہ اصطلاح مغرب سے اُردو ادب میں آئی ہے۔ شروع

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

شروع میں اُردو ادب میں مضامین پر خاص توجہ نہیں کی گئی لیکن سر سید کی تحریک علی گڑھ نے Essay (مضامین) کو ترقی عطا کی، ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی لکھتے ہیں:

"یہ نوخیز صنف انگریزی ادب سے درآمد کی گئی ہے اور انگریزی Essay کی ایک شکل ہے۔ موضوع کی ندرت اور تکنیک کی جدت کے اعتبار سے اُردو کی تمام نثری اقسام سے بالکل مختلف ہے۔ اُردو میں انشائیہ ایک جدید صنف نثر کی حیثیت سے جس انداز میں ہمارے سامنے آیا ہے اس کا انگریزی انشائیے کی روایت سے گہرا تعلق ہے۔ انشائیے کا موجد ایک فرانسیسی مصنف "مونٹین" ہے۔" (۲)

مضامین سے پہلے دور میں داستانیں، کہانیاں اور مذہبی رسائل نثری ذخیرہ تھے۔ انگریزی ادب کے مطالعہ نے خیالات میں وسعت پیدا کی۔ اخبارات میں خبروں کے ساتھ ساتھ مختلف موضوعات پر خیالات کی پیشکش شروع ہوئی۔ سرسید احمد خان جب انگلستان سے واپس آئے تو انہوں نے رسالہ "تہذیب اخلاق" جاری کیا جس کا پہلا نمبر ۲۴دسمبر۱۸۷۰ء کو نکلا جو ۱۸۷۶ء تک جاری رہا۔ اس سلسلے میں سیدصفی مرتضیٰ اپنی کتاب "اصناف ادب کا ارتقاء"میں مضمون کے آغاز کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"یہی وہ رسالہ (تہذیب اخلاق)تھا جس نے اُردو مضمون نگاری کی بنیاد ڈالی اور سر سید احمد خان پہلے مضمون نگار ہیں۔ وہ "تہذیب اخلاق" کے منیجر بھی تھے اور ایڈیٹر بھی۔ خود رسالہ کے لیے مضامین لکھتے تھے اور ان کے قلمی معاونین میں محسن الملک، وقار الملک اور چراغ علی وغیرہ تھے۔ زیادہ تر مضامین سر سید کے شائع ہوتے تھے۔ تہذیب اخلاق کے قلمی معاونین کے علاوہ مولانا حالی، مولاناذکا اللہ، نذیر احمد، محمد حسین آزاد، وحید الدین سلیم مضمون نگاری کے پہلے دور کے معمار ہیں۔" (۳)

اُردو ادب میں مضامین، انشائیہ نے بہت ترقی کی ہے۔ ان میں ہر قسم کے موضوعات شامل ہیں۔ ان موضوعات میں ادبی، علمی، سیاسی، معاشرتی اور تنقیدی نوعیت کے موضوعات زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ ثاقبہ رحیم الدین کے مضامین اور انشائیہ زیادہ تعداد میں نہیں ہیں لیکن انھوں نے جتنے بھی مضامین اور انشائیے تحریر کیے۔ثاقبہ رحیم الدین مضامین کی پہلی کتاب "محفل تنہائی" کے پیش لفظ میں مضامین کے موضوعات کے حوالے سے لکھتی ہیں:

"محفل تنہائی کے انشائیے نئے انداز کے ہیں۔ انسان کی ذہنی بیداری اور دل کی درد مندی اسے مجبور کرتی ہے کہ وہ اپنے دامن میں دنیا جہان کوسمیٹ لے۔ اس بات میں سچائی ہے کہ یہ محفل اپنے آپ سے کہہ کر بھی جمائی جاتی ہے اور کبھی بن بلائے اور ان جانے جذبے پیکر بدل بدل کر سامنے آتے ہیں۔ اس محفل کے خود ساختہ جانے بوجھے انداز میں تو کتابوں کے ڈھیر، شخصیات کی خیالی موجودگی اور فکر و سوچ کی روشنی ہوتی ہے ادبی خزانے کی تلاش و چھان بین کی سرنگ کبھی گہری اور کبھی واضح ہوتی رہتی ہے۔" (۴)

ثاقبہ رحیم الدین نے مضامین کے علاوہ انشائیہ بھی لکھے۔ اس کے علاوہ طنز و مزاح کے بھی کچھ مضامین مل جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنے مضامین میں ہلکے پھلکے موضوعات پر بات کی ہے۔ان کے مضامین Light Essay کے زمرے میں آتے ہیں۔ ان کے مضامین کا اسلوب بھی بوجھل نہیں ہیں۔ محبت ثاقبہ کی تحریروں کا بنیادی موضوع ہے۔ محبت کا عکس ان کی ہر تحریر میں موجود ہے۔ اُن کی تحریریں ہمیشہ مثبت پہلو ہمارے سامنے لاتی ہیں،ان کی تحریریں انسانوں سے محبت اور ہمدردی کا درس دیتی ہیں۔

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

محفلِ تنہائی

"محفل تنہائی" ثاقبہ کا پہلا مضامین کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کا پہلا حصہ تعارف، تبصرہ اور تنقید کے عنوان کے نام سے ہے۔ اس حصے میں خالدہ حسین، امجد اسلام امجد، ممتاز مفتی اور ڈاکٹر سید عبداللہ کے تبصرے موجود ہیں۔ پیش لفظ محفل تنہائی کے نام سے ثاقبہ رحیم الدین نے تحریر کیا ہے۔ دوسرا حصہ "کچھ کلام اقبال کے بارے میں۔۔۔" ہے۔ اس حصے میں علامہ اقبال کی شاعری کے حوالے سے تین موضوعات پر مضامین تحریر کیے ہیں۔ موضوعات اس طرح ہیں:عشق کے درد مند کا طرز کلام اور ہے،دائمی تحریک اور اجتہاد فکر عمل کا شاعر،علامہ اقبال کا ذہنی ارتقا۔

تیسرا حصہ "طنز و مزاح" کے عنوان سے ہے۔اس حصے میں دو مضامین ہیں ان کے نام یہ ہیں۔عشق ثقافت، شوخی قلم

چوتھا حصہ مضامین / مقالے / انشایئے کے عنوان سے ہے۔اس حصے میں مندرجہ ذیل مضامین ہیں۔

۱۔ ادب اور آرٹ اسلامی ورثہ
۲۔ رسول اللہ (خدا) انسانی حقوق کے علمبردار
۳۔ موجودہ ادبی تخلیقات میں جمالیاتی عنصر کا فقدان
۴۔ کہانی کی کہانی
۵۔ سمندر

اس مجموعے میں ان کے متفرق موضوعات کے مضامین تحریر کیے ہیں، ان مضامین کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، "محفل تنہائی" کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے خالدہ حسین لکھتی ہیں:

> "محفل تنہائی میں تین قسم کی مضامین شامل ہیں۔ ہم ان کو اقبالیات، انشایئے اور نیم فکری تحقیقاتی حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ اقبال پر لکھے گئے مضامین نوجوانوں کے لیے خاصی اہمیت رکھتے ہیں۔ یہاں پر سیدھے سادے انداز میں اقبال کے بارے میں بہت سا مواد یکجا مل جاتا ہے۔" (۵)

ہر مصنف کی تحریر اس کی شخصیت کی پہچان ہوتی ہے۔ مصنف کی تحریریں پڑھتے ہوئے مصنف کی شخصیت کا کوئی نہ کوئی تصور غیر شعوری طور پر ذہن میں ابھرتا ہے۔ یہ ہی تصور قاری اور مصنف کے درمیان تعلق بناتا ہے۔ ثاقبہ رحیم الدین کی تحریریں بھی مصنف کی پہچان کرواتی ہیں۔ آپ اپنی تحریروں میں ایک مشفق دوست، ماں اور بہن کے روپ میں نظر آتی ہیں۔ آپ کی تحریریں قاری کو امید اور حوصلہ دیتی ہیں، زندگی میں آگے بڑھنے کی تلقین کرتی ہیں۔

علامہ اقبال کے حوالے سے ثاقبہ رحیم الدین نے جو مضامین تحریر کیے ہیں ان میں علامہ اقبال کی شاعری کے حوالے سے مضامین میں تحریر کی ہیں۔ علامہ اقبال کی شاعری،فکر نے مسلمانوں کو بیدار کیا، خاص طور پر برصغیر کے مسلمانوں کو بیدار کرنے میں علامہ اقبال کی شاعری بے مثال ہے۔ علامہ اقبال کی شاعری کا خاص مقصد تھا، وہ مقصد مسلمانوں کو بیدار کرنا تھا۔ مسلمانوں کی پہچان اور امت مسلمہ کو غلامی سے نجات دلانا، جس میں آپ کامیاب رہے۔ آپ کی شاعری آفاقی شاعری ہے جو ہر دور میں زندہ ہے اور مسلمانوں کو ہر دور میں بیدار کرے گی۔ ثاقبہ رحیم الدین نے علامہ اقبال کے حوالے سے اپنے مضمون "عشق کے درد مند کا طرز کلام اور ہے" میں لکھتی ہیں:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

> ”چاہے اسے شاعرانہ بے نیازی کہہ لیجیے یا تجاہل عارفانہ، کوئی اسے صرف سیاسی لیڈر یا مصلح قوم کیسے سمجھے جبکہ وہ دلوں کو جیتنے اور زندگی دینے والا شاعر ہے۔ تاریخی سچائی ہے کہ برصغیر پاک و ہند کے دور انحطاط میں پیدا ہونے والے مسلمانان ہند جیسی بڑی جماعت کے تن مردہ میں زندگی کی لہر دوڑا دی۔“ (۶)

ثاقبہ رحیم الدین نے علامہ اقبال کے حوالے سے جو مضامین تحریر کیے ہیں ان میں علامہ اقبالؒ کے اسلوب کے حوالے سے بھی بات کی ہے۔ ہر مصنف اور شاعر کا اپنا اسلوب ہوتا ہے۔ جو انداز تحریر قاری کے دلوں میں اپنی جگہ بنا لے وہ ہی اسلوب اچھا اسلوب ہوتا ہے۔ علامہ اقبال نے بھی روایت سے ہٹ کر شاعری کی منفرد اسلوب اپنایا۔ علامہ اقبال کے انداز تحریر نے آپ کی شاعری کو آفاقی حیثیت دینے میں اہم کردار ادا کیا ہے،اس حوالے سے بات کرتے ہوئے ثاقبہ اپنے مضمون میں لکھتی ہیں:

”تاریخ شاہد ہے کہ اقبال کے عہد میں شاعری کی زبان میں حد سے زیادہ نزاکت اورنڈھال سے نسوانیت پیدا ہو چکی تھی۔ داغ اور امیر مینائی کا انداز سخن آخری سانسیں لے رہا تھا۔ شعرا جدید کے کلام سے رنگ تغزل بے جان و بے کیف ہوا جا رہا تھا۔ اقبال کا یقین تھا کہ قنوطی لٹریچر کبھی دنیا میں زندہ نہیں رہ سکتاہے۔ اس (علامہ اقبال) نے اپنے دور اور اسلوب کو بتدریج ترک کر دیا ہے۔ اقبال اپنے پیام شاعری کے لیے اظہار کے نئے سانچے لایا۔ مثلاً بال جبریل میں اس نظم کا انداز دیکھیے:

میری نوائے شوق سے، شور حریم ذات میں
غلغلہ ہائے الاماں ، بتکدہ صفات میں

حدود فرشتہ ہیں اسیر، میرے تخیلات میں
میری نگاہ میں خلل تیری تجلیات میں (۷)

دوسرے مضمون کا عنوان ”دائمی تحریک اور اجتہاد فکر و عمل کا شاعر“ ہے۔ اس مضمون میں علامہ اقبال کی شاعری کے حوالے سے ثاقبہ بہت سی معلومات فراہم کرتی ہیں۔ اس مضمون کے عنوان سے ظاہر ہوتا ہے ایک ایسا شاعر جس نے اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانوں کو ہمیشہ کے لیے متحرک کیا۔ جب بھی یہ شاعری پڑھیں گے مسلمانوں میں تحریک پیدا ہو گی۔ ثاقبہ رحیم الدین نے اس مضمون میں علامہ اقبال کے کلام میں حرکت، جدوجہد اور فکر کے عنصر کو موضوع بنایا۔اقبال کے اشعار قوم کے افراد میں جذبہ اور ولولہ پیدا کرتے ہیں۔

علامہ اقبال کی شاعری کے بارے میں لکھا گیا تیسرا مضمون ”علامہ اقبال کا ذہنی ارتقا“ ہے۔ اس مضمون میں ثاقبہ نے علامہ اقبال کی شاعری کے تین ادوار کا ذکر کیا ہے۔ شروع شروع میں علامہ اقبال نے داغ کو اپنا استاد بنایا اس لیے علامہ اقبال کی شاعری میں داغ کا انداز جھلکتا ہے۔مصنفہ اس حوالے سے بات کرتے ہوئے لکھتی ہیں: ”پہلے دور میں اقبال پر جذبہ پرستی، متحد قومیت کا تصور اور آزادی ہند کا نظریہ طاری ہے۔ نظم ”نیا شوالہ“ میں فرماتے ہیں:

پتھر کی مورتی میں سمجھتاہے تو خدا ہے
خاک وطن کا مجھ کو ہر ذرہ دیوتا ہے (۸)

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

جس طرح شاعری تبدیل ہوئی متحدہ قومیت کے تصور سے شروع ہونے والی شاعری تیسرے دور میں جا کر مرد مومن کا تصور پیش کرتی ہے۔ مسلمانوں کا جھنجھوڑتی ہے۔ مسلمانوں کو غلامی سے آزادی لینے کے لیے متحرک کرتی ہے۔ شاعری کے تیسرے دور کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے ثاقبہ لکھتی ہیں:

> "شاعری کے اس تیسرے دور میں علامہ اقبال کے کلام کا شاعرانہ حسن واضح فکری نظام اور ضابطہ حیات کے ساتھ ابھرتا ہے۔ اقبال کا فن شاعری سے مقصد محض اظہار نہیں بلکہ ان کے نزدیک ابلاغ بھی اس قدر اہم ہے۔ ان کے کلام میں پیغام پہنچانے کے لیے خطابت کا انداز اور الہامی شان نظر آتی ہے۔" (۹)

اس کتاب میں دو مضامین طنز و مزاح کے حوالے سے ہیں۔ ان میں عشق ثقافت اور شوخی قلم شامل ہیں۔ عشق ثقافت وہ مضمون ہے جس میں ثاقبہ رحیم الدین اپنی ثقافت کے ان گوشوں کو سامنے لاتی ہیں جنھیں روایت سمجھ کر ہمارا معاشرہ اپنائے ہوئے ہے۔ جو غیر ضروری ہیں لیکن روایت کا حصہ بنے ہوئے ہیں۔ ہم غور کریں تو یہ روایت یا طور طریقے روزمرہ زندگی سے لے کر خاص خاص موقعوں تک ہمارے ہمدم و ساتھی بنے ہوئے ہیں جبکہ اس سے ہمارا اخلاقی اور معاشرتی نقصان برابر ہو رہا ہے۔ ثاقبہ رحیم الدین کے مزاج میں طنز بھی پایا جاتا ہے، ایسا طنز جو ہماری اصلاح کرے، مذاق میں ہم معاشرے میں موجود برائیوں کو جان کر اس کا سد باب کر سکیں، اس مضمون کا ایک اقتباس دیکھیں:

> "۱۹۵۶ء کی بات ہے ایک نوجوان کے ماڈرن اور ترقی پسند ہونے کی علامت یہ تھی کہ گردن پر بال بڑھا لے معہ میل کے ناخن بڑھا لے اور جون کی گرمیوں میں "زیلنس" ریسٹورنٹ میں بیٹھ کر بلیک کافی پیے۔ یہ ریسٹورنٹ الفنٹن اسٹریٹ جس کا پیار کا نام الفی تھا، پر واقع تھا۔ اس نوجوان کا آہیں بھرنا، غمگین ہو کر آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے ڈالنا از حد ضروری تھا۔ کافی ختم کر کے بل کو گرل فرینڈ پر چھوڑ دینا اور کھوئے ہوئے انداز سے باہر نکل جانا فیشن تھا۔" (۱۰)

دوسرا مضمون "شوخی قلم" ہے۔ یہ مضمون دراصل وہ اظہار ہے جو ثاقبہ رحیم الدین نے خواتین کانفرنس منعقدہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۸۰ء میں پڑھا گیا۔ کانفرنس کا مقصد دراصل سنجیدہ مسائل کا حل ڈھونڈھنا ہوتا ہے مگر اس طرح کی محفلوں میں غیر سنجیدہ رویوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ جہاں خواتین اپنے لباس، وضع قطع اور دوسروں کی کمزوریوں پر زیادہ توجہ دیتی ہیں،ثاقبہ رحیم الدین نے بھی ہمیں ایسی کانفرنس سے متعارف کروایا ہے جہاں خواتین کی توجہ صرف اپنے آپ کو نمایاں کرنے میں تھی،ثاقبہ اپنے مضمون میں لکھتی ہیں:

> "ایک کراچی کی لیکچرار خاتون قریب آئیں اور ان سے ABCاون میں Pinkلائٹ شیڈ کم دستیاب ہونے کے بارے میں باتیں کرنے لگیں۔ اس گفتگو سے پاس کھڑی ہوئی چند خواتین بے حد محظوظ ہو رہی تھیں اور مسکرا کر پان چبا رہی تھیں۔" (۱۱)

"شوخی قلم" میں کانفرنس کی خوبصورت منظر کشی کی گئی ہے۔ اس منظر کشی میں کہیں مزاح کی کیفیت ہے کہیں طنز اور کہیں بیان واقعہ۔ اس مضمون میں ثاقبہ زندگی کی حقیقتوں کی گہرائی تک پہنچتی ہیں اور سچائیوں کو بہت دلیری سے ہمارے سامنے لاتی ہیں۔

"محفل تنہائی" کا چوتھا حصہ مضامین / مقالے / انشائیے کے عنوان سے ہے، اس میں شامل مضامین اس طرح ہیں۔

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

۱۔ ادب اور آرٹ کا اسلامی ورثہ

۲۔ رسولؐ خدا، انسانی حقوق کے علمبردار

۳۔ موجودہ ادبی تخلیقات میں جمالیاتی عنصر کا فقدان

۴۔ کہانی کی کہانی

۵۔ سمندر

پہلا مضمون "ادب اور آرٹ کا اسلامی ورثہ" کے نام سے ہے۔ اس مضمو ن میں ثاقبہ رحیم الدین نے مثالوں کے ساتھ یہ واضح کیا ہے کہ ادب، خطاطی اور مصوری یہ سب اسلامی ورثہ ہے۔ اس مضمون میں اسلامی ورثے کے حوالے سے تاریخی معلومات موجود ہیں۔ یہ معلوماتی اور تحقیقی مضمون ہے۔ فن خطاطی خاص طور پر مسلمانوں کا ایجاد کیا ہوا ہے۔ قرآن پاک کے نادر نمونے اس کی خوبصورت مثال ہیں۔ ڈاکٹر سید عبداللہ اس حوالے سے بات کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> "ثاقبہ نے آرٹ میں اسلامی ورثے کے متعلق بھی قلم اٹھایا ہے اور ثابت کیا ہے کہ مسلمانوں نے اپنی تہذیب کے ہر دور میں فنون لطیفہ کی ترقی میں حصہ لیا ہے۔ ان کا خاص فن خطاطی ایجاد و اختراع کا نادر نمونہ ہے۔ اس کی ایجاد سے انھوں نے مصوری کے بعض پہلوؤں کی کمی کی تلافی کر دی ہے، مقالہ پراز معلومات ہے۔" (۱۲)

دوسرا مضمون" رسولؐ خدا، انسانی حقوق کے علمبردار" یہ مضمون محفل تنہائی کا سب سے خوبصورت مضمون ہے۔ اس میں ہمارے پیارے نبیؐ نے انسانی حقوق و فرائض اور آپس کے رشتوں کے لیے جو طریقے اپنائے اور جو ارشادات فرمائے ہیں ان پر روشنی ڈالی ہے،جیسے والدین کے حقوق، رعایا کے حقوق کے بارے میں آپؐ کی احادیث کی روشنی میں سلیس انداز میں مضمون تحریر کیا ہے۔ اپنے مضمون کے ذریعے انسانوں کے حقوق کی اہمیت کو واضح کیا ہے اور حقوق کی حفاظت کے لیے ہمارے پیارے نبیؐ کی احادیث اور آپؐ کا عمل بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے، ثاقبہ اپنے مضمون میں لکھتی ہیں:

> "حج جیسا مقدس رکن دین اس وقت تک انسان پر عائد نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے اہل و عیال کی کفالت کا سامان نہ کرے۔ ایک دفعہ اہل شخص نے حج پر روانہ ہونے سے قبل آپؐ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہی اور ساتھ ہی اپنی ماں کی شدید بیماری کا ذکر بھی کیا۔آپؐ نے تین دفعہ زور دے کر ماں کی خدمت کی نصیحت فرمائی۔" (۱۳)

اس مضمون میں انسانی حقوق کا فطری نقشہ پیش کر کے رائج الوقت علمی اصطلاحات و نظریات سے احتراز کر کے معاشرے کے بنیادی اصول اور حقوق پر بات کی ہے۔ آپس میں مل جل کر رہنا ایک دوسرے کے حقوق کی حفاظت کرنا، پیار و محبت سے رہنا یہ سارے پیغام ہمارے پیارے نبیؐ نے احادیث کے ذریعے ہم تک پہنچائے اور آپؐ کا عمل بھی حرف بہ حرف وہی ہے جو احادیث میں ان سب اصولوں پر عمل کر کے ہمارا معاشرہ امن کا گہوارہ ہو گا۔ یہ ہی ہماری کامیابی ہے۔ تیسرا مضمون "موجودہ ادبی، تخلیقات میں جمالیاتی عنصر کا فقدان" ہے۔ اس مضمون میں ثاقبہ ادب کی تاریخ کے کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کرتی ہیں۔ آپ کے خیال میں جس طرح پہلے تخلیقات میں خوبصورتی کا ذکر تھا آج کے دور میں ادبی تخلیقات میں اس کی کمی ہے۔ ثاقبہ ادب کے آغاز میں ادبی تخلیقات میں جمالیات کے زیادہ ہونے کی وضاحت اس طرح کرتی ہیں:

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

”ادب کے وجود کے احساس سے قبل حسن و جمال فطرت کا جزو ہونے کی حیثیت سے کائنات میں موجود تھا۔ کئی صدیاں گزرنے تک، حسن اور فن کو الگ کر کے سمجھنے کا شعور نہ تھا۔ جو نیکی و بدی کا پیمانہ لے کر آیا،فن اور ادب کو مکمل خیر سے اور حسن کو اچھائی اور صداقت سے تعبیر کرنے لگا۔“ (۱۴)

ثاقبہ رحیم الدین نے اپنے اس مضمون میں ادبی تخلیقات میں جمالیات کی موجودگی پر زور دیا ہے۔ فطرت کا حسن، دنیا کا حسن، ہر طرف جانداروں کی بکھری خوبصورتی یہ سب ادبی تخلیقات میں بہت اہمیت رکھتی ہیں۔آپ جمالیات کے حوالے سے مزید لکھتی ہیں:

”انسانوں کے دل میں اور خاص کر حساس اہل قلم میں جمالیات کی حس اور دنیا ویسی ہی آباد ہے جیسی ازل سے تھی۔ اس کو محسوس کرنے کے لیے ہمیں نئے سانچے اور نئی سوچ پیدا کرنا پڑے گی۔ سوائے کچھ ناپختہ ادیبوں کے، موجودہ تخلیقات میں اگرچہ محدود مگر نئے روپ میں جلوہ گر ہے، سوچئے تو ہم کیسے جیتے اگر ہمارا سچا رب خود جمیل اورجمال پسند نہ ہوتا؟“ (۱۵)

پانچواں مضمون ”کہانی کی کہانی“ ہے۔ اس مضمون میں دو باتوں پر زیادہ زور دیا ہے۔ ایک محبت اور دوسرا کہانی کہنا۔ انسان ازل سے ہی محبت کا متلاشی ہے۔ ثاقبہ رحیم الدین نے اسی آزادی اور محبت کا ذکر کیا ہے۔ انسان اپنے احساسات اور جذبات کو دنیا کے سامنے لانے کے لیے مختلف اشاروں سے کام لیتا ہے،نقش و نگار، مصوری اور تصویریں وغیرہ۔ آہستہ آہستہ لکھنے کا رجحان پروان چڑھا تو انسان نے قصے، کہانیاں، داستان بیان کرنا شروع کیں۔ ثاقبہ رحیم الدین اپنے مضمون میں کہانی کہنے کے فن کو اس طرح بیان کرتی ہیں:

”کہانی اور داستان کی ابتدا سے یہ بات بھی خود کہانی بنی ہوئی ہے۔ کہانی کہنے اور سننے والوں میں بڑا فرق اور فاصلہ ہے۔ اگر کسی ہری بھری وادی کی نرم زمین پر مٹھی بھر بیج بکھیر دیے جائیں تو قدرت ایک سے پودے نہیں اگاتی۔ ایک مقام پر زیادہ تر پودے ایک جیسے ہوتے ہیں مگر چند پودے قدرے ابھرے ہوئے نمایاں اور تر و تازہ نظر آتے ہیں۔ چاہے کوئی اسے اس مخصوص قطعہ زمین کی قوت کہے یا چند خاص بیجوں کی موجودگی سبب بتائے۔ ازل سے ہوتا چلا آیا ہے اور ابد تک جاری رہے گا۔ یہی حال کہانی نویس اور داستان گو کا ہے۔ دنیا کی بھری محفل میں چند لوگ کہانی کہتے، سناتے اور لکھتے رہے اور یوں خاموشی سی زندگی نکھرتی اور سنورتی رہی۔“ (۱۶)

محفل تنہائی کے آخری مضمون کا عنوان ”سمندر“ ہے۔ ثاقبہ کے زیادہ تر مضامین محبت، بھائی چارہ اور انسانیت کا پیغام لیے ہوئے ہیں۔ آپ کی تحریریں زیادہ تر اسی موضوع کے گرد گھومتی ہیں۔مضمون ”سمندر“ کے آغاز میں آپ لکھتی ہیں ”اچھے پرندے، اچھے لوگ، اچھے گیت۔۔۔۔“

یہ ایک جملہ اپنے اندر گہرائی لیے ہوئے ہے وہی گہرائی جو سمندر کی ہوتی ہے ہم سمندر کے اوپر تو دیکھ سکتے ہیں لیکن سمندر کے اندر دور گہرائی میں کیا کیا موجود ہے، کون سی دنیا آباد ہے، یہ جان نہیں پاتے۔ اسی طرح سمندر کی لہریں ہمیں بہت سارے پیغام دے کر جاتی ہیں۔ ثاقبہ رحیم الدین بھی اپنے مضمون میں سمندر کی گہرائی اور لہروں کو انسانوں کے سفر سے تشبیہ دیتی ہیں۔ جسے آپ اسی مضمون میں سمندر کی لہروں کے حوالے سے خوبصورت تشبیہ کے ساتھ یوں رقم طراز ہیں:

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

”انسان بھی تو سمندر کی ایک لہر کی مانند ہے جو کبھی چاہے اسی زمین پر آتا اور مسلسل سفر میں رہتا ہے۔ پانی کی لہریں کبھی اٹھلاتی ہیں کبھی امنڈتی اور کبھی بڑی تیزی سے ساحل سے آ ملتی ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ سب کی سب ایک سجدہ کر کے اپنے گھر کی طرف لوٹ جاتی ہیں۔ پھر ہر پرانی لہر سے نئی لہر اٹھتی ہے۔ یہی حال تو انسان کے جیون کا ہے۔ ہر صبح کی منزل رات اور ہر رات کے فلک پر صبح کا تارا چمکتا ہے۔“ (۱۷)

”محفلِ تنہائی“ ثاقبہ رحیم الدین کے مضامین میں تنوع پایا جاتا ہے۔ مختلف موضوعات پر لکھے گئے مضامین قوس و قزاح کے رنگ بکھیرے ہوئے ہیں۔ان کے اس مجموعے میں شخصی مضامین بھی ہیں جیسے علامہ اقبال، طنز و مزاح اور تحقیقی مضامین اور ملاقات موجود ہیں۔ یہ مضامین انشائیہ کی ایک شکل ہے۔ ہلکے پھلکے انداز میں لکھے گئے مضامین ہیں جس میں سادگی اور روانی سے مضامین تحریر کیے گئے ہیں۔

”تہذیب کے زخم“کے مضامین اور انشایئے

”تہذیب کے زخم“ میں ثاقبہ رحیم الدین نے انشائیہ نما تحریریں، افسانے اور اُدباپر لکھے گئے مضامین یک جا کر دیے ہیں۔ زیر بحث مضامین اور انشایئے ہیں۔اس کتاب میں ۵انشایئے اور۶مضامین ہیں۔انشایئے یہ ہیں:

۱: زندگی۔۔۔یادوں کا ایک سلسلہ

۲: دوست

۳: پیار کی دنیا

۴: تہذیب کے زخم

۶: بہتا دریا

”تہذیب کے زخم“ میں جو مضامین شامل ہیں ان میں معاشرتی اور سماجی اساس پر یعنی ایسے مسائل کو زیر بحث لایا گیا ہے جن کا تعلق معاشرے خارجی عوامل سے ہے۔پہلا انشائیہ ”زندگی۔۔۔ یادوں کا ایک سلسلہ“ ہے۔یہ زندگی کی حقیقتوں کی عکاسی کرتا ہے۔یادیں اچھی بھی ہوتیں ہیں ہمیں خوشی دیتی ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ یادیں دکھ بھی دیتی ہیں۔انسان کو اکثر یادیں تکلیف بھی دیتی ہیں۔ لیکن زندگی ہے جب تک انسان زندہ رہتا ہے یادیں اسی کے ساتھ رہتی ہیں۔انسان کی تنہائی کا واحد سہارا یادیں ہوتی ہیں جب اپنے بہت دور چلے جاتے ہیں تو ان کی یادوں کے سہارے زندگی گزارنی پڑتی ہے۔

ثاقبہ رحیم الدین بھی اپنے اس مضمون میں یادوں کو زندگی کا قیمتی سرمایہ بتاتی ہیں۔ زندگی کی حقیقت کو اس مضمون کا موضوع بنایا ہے۔ ثاقبہ نے زندگی کی حقیقتوں پر قلم اٹھایا ہے۔ اس مضمون میں ان کا سادہ انداز ویسا ہی ہے جیسا وہ بچوں کی کہانیوں میں اپناتی ہیں۔ ”زندگی“ سے ایک اقتباس ملاحظہ کریں:

”میں جدھر دیکھوں تو یادوں کے ڈھیر ہیں، گٹھڑیاں ہیں، کچھ بندھی ہوئی، کچھ کھلی ہوئی اورٹوٹا پھوٹا۔ کہیں عمر رفتہ کی باتیں قطرہ قطرہ ہو کر ایک پیالے میں جمع ہو گئی ہیں۔ کہیں حسرتیں گرمیوں کے حبس میں سست رفتار نالے کے مانند رینگ رہی ہیں۔ کہیں بیتے زمانوں کے ارمان پل بھر کو پہاڑی چشموں کا سا شور مچا دیتے ہیں۔“ (۱۸)

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

دوسرا انشائیہ "دوست" ہے۔ اس انشائیے میں ثاقبہ انسان کی تنہائیوں کا ذکر کرتے بتاتی ہیں کہ ہر انسان کو دوست کی ضرورت ہوتی ہے۔حقیقت میں بھی ایسا ہی ہے کوئی بھی انسان تنہا زندگی نہیں گزار سکتا۔ وقت گزارنے، غم بانٹنے، خوشیوں میں شامل ہونے کے لیے ایک دوست کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ دوست جو اس کے ہر غم اور خوشی میں برابر شریک ہو۔ اس کی تلاش میں ادھر ادھر پھرتا ہے اور آخر میں اپنی اصل کی طرف چلا جاتا ہے یعنی اللہ کی محبت پا لیتا ہے۔ ثاقبہ رحیم الدین نے اپنے اس مضمون میں ادب کو انسان کا دوست قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک ادب سے بڑھ کر انسان کا کوئی دوست نہیں ہو سکتا۔

یہ دنیا خود غرض لوگوں کی دنیا ہے۔ جب مدد کی ضرورت ہوتی ہے تو سب دوست چلے جاتے ہیں۔ اس لیے اچھا ادب وہ واحد دوست ہے جو ہر ماحول، ہر لمحے ہمارے ساتھ رہتا ہے۔ اور اصل محبت (یعنی اللہ تعالیٰ) کی محبت کی پہچان کرواتا ہے۔ ثاقبہ رحیم الدین نے بڑی خوبصورتی سے سماجی و معاشرتی مسائل کو اپنے مضمون میں اجاگر کیا ہے۔دوستی کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہتی ہیں:

> "ادب زندگی کے سنگ سنگ کچھ اس ڈھنگ سے چلتا ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ ہنستا، مسکراتا، روتا اور سسکتا ہے۔
> انسان اور ادب زندگی کی راہوں پر ہاتھ میں ہاتھ دیئے، کندھے سے کندھا ملائے ڈگمگاتے اور لہراتے چلے جا رہے ہیں۔" (۱۹)

تیسرا انشائیہ "پیار کی دنیا" ہے۔ اس مضمون میں ثاقبہ رحیم الدین نے ماں، بچے اور ادب کے رشتے کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ بچوں کو کہانیاں پڑھنا اور سننا شروع ہی سے پسند ہے۔ نئے دور میں طور طریقے بدل گئے ہیں لیکن ثاقبہ کی نظر میں بچوں کے چہرے پر پہلے جیسی معصومیت ہوتی ہے اس کے علاوہ بچوں کے لیے لکھنے پر بھی زور دیا کیونکہ بچوں کی تربیت گھر، سکول، معاشرے اور کتابیں پڑھنے سے ہی ہوتی ہے۔ اس لیے بچوں کے ادب پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔اس مضمون میں ثاقبہ نے بچوں کی تربیت کے حوالے سے بحث کی ہے۔

چوتھا انشائیہ "تہذیب کے زخم" ہے تہذیب اور ثقافت کسی قوم اور انسانوں کی پہچان ہوتی ہے جو انسان اپنی تہذیب اور روایت کو بھول جاتا ہے وہ انسان ہمیشہ ناکام اور محروم رہتا ہے۔ تہذیب کے بغیر یا تہذیب کو خراب کر کے کوئی بھی انسانی معاشرہ ترقی نہیں کر سکتا۔ ثاقبہ رحیم الدین نے بھی انسان کے ازل سے لے کر"تہذیب کے زخم" کی داستان کو انشائیے کی صورت قاری تک پہنچایا ہے۔ چھوٹے چھوٹے اور آسان جملوں سے مضمون کو آگے بڑھایا ہے۔تہذیب کی بات کرتے ہوئے ثاقبہ لکھتی ہیں:

> "یہ تہذیب کا اہم ترین کرشمہ ہے کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ حد درجہ مہذب، سنجیدہ اور باوقار انسان کے گرد بڑا زبردست قلعہ بنا ہوا ہے۔اس قلعے کا پھاٹک آہنی اور بلند ہے اور دیواریں چوڑی اور پتھریلی ہیں۔" (۲۰)

آخری انشائیہ "بہتا دریا" ثاقبہ اس شعر سے اپنے مضمون کا آغاز کرتی ہیں۔شعر یہ ہے

بہت کام یارو ادھورے رہے
بڑی مختصر زندگانی رہی(۱۲)

کچھ لوگ گمنامی میں ہی رہ جاتے ہیں۔ لہٰذا وقت کی قدر بہت ضروری ہے۔ اس مضمون میں بھی ثاقبہ نے زندگی کی حقیقتوں کو اجاگر کیا ہے۔ وقت کے حوالے سے اس مضمون کے آخر میں کیا خوب کہا ہے کہ:

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

”وقت کا بہتا دریا بڑا نایاب اور تیز رفتار ہے۔ ہمیشہ رہنے والے وقت تو ہمارے ہاتھ نہیں وہ تو اس رب کے ہاتھ میں ہے جو سارے زمانوں کا خالق ہے مگر ہم سب زندہ ہیں اور زندہ ہوتے رہیں گے۔بہتا دریا ہر دم ہر دم ہر آن سفر میں رہتا ہے۔ہم کیوں نہ خود سے وعدہ کر لیں

سفر سے زیادہ مسافروں کو عزیز رکھنا

ہوا مخالف، عذاب موسم، اجاڑ رستے" (۲۲)

تہذیب کے زخم میں کچھ مضامین شخصیات پر مشتمل ہیں۔ان مضامین کے عنوان یہ ہیں۔

:۱ شاہ عبدالطیف بھٹائی پیکر محبت

:۲ مرزا غالب، دور جدید کا شاعر

:۳ جوش ملیح آبادی اور صدیوں کا تمدن

:۴ حسرت موہانی اور ادب کی مہذب ترین صنف غزل

:۵ صادقین ایک عظیم فنکار

:۶ مرزا ادیب، محبتیں اور روشنیاں

ثاقبہ رحیم الدین کے شخصیات پر لکھے گئے مضامین سے جہاں ثاقبہ کی شاعری کے ساتھ خصوصی دلچسپی کا اظہار ہوتا ہے وہاں شاعری میں موجود عشق کے تصور اور رجحان کو سمجھنے کا ادراک بھی ملتا ہے۔ ”تہذیب کے زخم“ میں شخصیات پر مضامین اور محفل تنہائی میں شاعر مشرق علامہ اقبال کی شاعری کے حوالے سے مضامین کے پس منظر میں تہذیبِ عشق کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔

پہلے مضمون کا عنوان ”شاہ عبدالطیف بھٹائی پیکر محبت“ ہے۔ شاہ عبدالطیف بھٹائی سندھ کے صوفی شاعر تھے۔ انہوں نے پیار و محبت کا پیغام عام کیا۔ ثاقبہ رحیم الدین کی تحریروں کا موضوع زیادہ تر محبت ہوتا ہے اس لیے انہوں نے ان صوفی شاعر کے بارے میں مضمون تحریر کیا مضمون بہت معلوماتی ہے۔ شاہ عبدالطیف بھٹائی کے سوانح حالات کے ساتھ ساتھ ان کی تعلیمات کو بھی بڑے پر اثر طریقے سے ہمارے سامنے لائی ہیں۔ شاہ عبدالطیف نے پیار و محبت، عشق اور عشق الٰہی کے پیغام کو اپنی شاعری کے ذریعے عام کیا۔

دوسرا مضمون ”مرزا غالب، دور جدید کا شاعر“ہے۔ ثاقبہ رحیم الدین نے غالب کی شخصیت کی خوبیوں کو ان کی شاعری کے ذریعے نمایاں کیا ہے۔ ان کی شاعری کی خصوصیات شعری مثالوں کے ساتھ تحریر کی ہیں۔ غالب آفاقی شاعر ہے اُور ہر دور میں زندہ ہے۔ اس لیے ثاقبہ رحیم الدین نے غالب کے لیے انگریزی لفظ ”جینئیس“ کا استعمال کیا ہے۔وقت پر گہری نظر رکھتا ہے، غالب کی تعریف میں اپنے مضمون میں ثاقبہ کچھ اس طرح کرتی ہیں:

”ایک ممتاز مفکر نے شیکسپئر کے بارے میں کہا تھا کہ ”وہ کمیاب ترین چیز تھا یعنی ایک پورا انسان۔۔۔“ یہ تعریف مرزا اسد اللہ خان غالب پر کچھ اس طرح پوری اترتی ہے کہ وہ نہ صرف اپنے عہد کا نمائندہ انسان و شاعر تھا بلکہ

دور حاضر میں بھی اس کا مکتب فکر وسیع معنوں میں زندہ و مقبول ہے۔ غالب اپنے زمانے کی ادبی دنیا پر غالب رہا اور وہ آج کا شاعر بھی ہے،اور غیر معمولی ہر دلعزیزی کا مالک ہے۔" (۲۳)

تیسرا مضمون "جوش ملیح آبادی اور صدیوں کا تمدن" ہے۔ ثاقبہ رحیم الدین نے اس مضمون میں جوش ملیح آبادی کے شاعری کے اسلوب کے حوالے سے سیر حاصل مضمون تحریر کیا ہے۔ ثاقبہ جوش ملیح آبادی کو اُردو ادب میں زبان و بیان کا بادشاہ قرار دیتی ہیں۔ جوش ملیح آبادی کی نظمیں خصوصاً مرثیہ کی خوبیاں بیان کیں ہیں۔ اس کے علاوہ جوش ملیح آبادی کی شاعری کی سلاست، روانی، قدرت الفاظ پر بھی معلومات فراہم کی ہیں۔ جوش ملیح آبادی کی شاعری کے حوالے سے بہت سے مضامین لکھے گئے لیکن ثاقبہ رحیم الدین کے منفرد انداز نے جوش ملیح آبادی کی شاعری کی خصوصیات کو بہت سادگی اور سلاست کے جامع انداز میں ہم تک پہنچایا، یہ انداز تحریر ثاقبہ رحیم الدین کی کامیابی ہے۔

چوتھا مضمون "حسرت موہانی اور ادب کی مہذب ترین صنف غزل"ہے۔ اس مضمون میں ثاقبہ رحیم الدین حسرت موہانی کو غزل کا بڑا شاعر قرار دیتی ہیں۔ثاقبہ نے اس مضمون میں حسرت موہانی کی غزل کی خصوصیات تحریر کرنے کے ساتھ ساتھ اس دور کے حالات کا بھی ذکر کرتی ہیں۔

پانچواں مضمون "صادقین ایک عظیم فنکار" ہے۔ سید صادقین احمد نقوی پاکستان کا مشہور خطاط تھا، اس کے علاوہ شاعر بھی تھا۔ صادقین نے عمر خیام کی طرز پر بہت سی رباعیات تحریر کیں۔ فن خطاطی اور مصوری بھی ادب کا حصہ ہے۔ فنکار اس کے ذریعے اپنے جذبات، احساسات اور خیالات کا اظہار تصویروں کے ذریعے کرتا ہے۔ ثاقبہ نے اپنے مضمون میں انہیں عظیم فنکار قرار دیا۔ کیونکہ صادقین نے اپنی مصوری اور خطاطی کے ذریعے عالمی شہرت حاصل کی۔ آپ کی خطاطی عالمگیر حیثیت رکھتی ہے اس کے علاوہ اس خطاطی کا رشتہ دین اسلام اور قرآن پاک سے ہے۔ ثاقبہ صادقین کے بارے میں اپنے مضمون میں لکھتی ہیں:

> "ان کا فن خطاطی جس کا رشتہ دین اسلام اور قرآن پاک سے ہے، حسن و تاثیر کے لحاظ سے عالمگیر خطاطی میں جلوہ دکھاتا ہے جیسے حروف میں سمندر کی موجوں کا شور، کرنوں کی چمک، ظلمت کی گھٹن اور پرندوں کی چہکار موجود ہو۔ میرے خیال میں فنی لحاظ سے یہ ایسا نکتہ ہے جو صادقین کے فن کو نہ صرف اسلامی دنیا بلکہ عالمگیر سطح پر لے جاتا ہے۔" (۲۴)

"تہذیب کے زخم" کا آخری مضمون "مرزا ادیب، محبتیں اور روشنیاں" ہے۔ انہوں نے مرزا ادیب کے حوالے سے مضمون میں ان کی ادبی زندگی پر روشنی ڈالی ہے۔ مرزا ادیب مصنف اور شاعر ہیں۔ آپ نے نظمیں، افسانے، ڈرامے، ناول تحریر کیے ہیں۔ ڈرامہ لکھنے کے حوالے سے بہت شہرت حاصل کی۔ ثاقبہ کو بچپن میں ان کے ڈرامے پڑھنے کا شوق تھا۔ اس کے علاوہ بچپن میں مرزا ادیب کے ڈرامے کو سٹیج کیا۔ مرزا ادیب سے ثاقبہ رحیم الدین کو محبت بچپن سے ہے۔ ثاقبہ رحیم الدین نے مرزا ادیب کا اُردو ادب میں مقام تفصیل سے بیان کیا۔ مرزا ادیب کے ڈراموں کی خصوصیات خاص طور پر قاری تک پہنچائیں۔ ثاقبہ کی کتاب "تہذیب کے زخم" کے مضامین پر بات کریں تو آپ کے مضامین ہمارے معاشرے میں تہذیب و شائستگی کی روشنیاں پھیلاتے محسوس ہوتے ہیں۔ دورِ حاضر کی منافقتوں اور آندھیوں میں محبت اور ایثار کے چراغ کو بجھنے سے بچانے کے لیے ثاقبہ کے یہ مضامین اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

ثاقبہ کے مجموعہ "درد ہی درد" میں ایک انشائیہ ہے جس کا نام "درد ہی درد" ہے۔ درد ہی درد بھی ایسا ہی انشائیہ ہے جس میں ثاقبہ نے انسان کی تنہائی کو موضوع بنایا ہے۔ انسان کا اندر تنہا ہوتا ہے۔ کوئی دکھ، کوئی درد جو دل میں رہ جائے اور وہ کسی کے ساتھ بانٹ نہ سکے تو انسان تنہا ہو جاتا ہے۔ تنہائی

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

کو دور کرنے کے لیے سب سے بہترین دوست قلم ہوتا ہے۔ ادیب اپنے اندر کی بات کو بیرونی حالات کے ساتھ ملا کر تحریر کرتا ہے، ثاقبہ اس مضمون کے آخر میں لکھتی ہیں:

”سچ ہے کہ درد سے زندگی میں قدم قدم پر موجیں مارتا ہر دم رواں ہر دم جواں سمندر ہے۔ اس سمندر کی نہ کوئی سمت ہے اور نہ کنارا ہے۔ میرے دوستو! آپ پر ہے کہ آپ درد کے سمندر میں ڈوب جائیں یا صرف بھیگ جائیں۔ اپنے ہاتھ نم کر لیں یا پھر کنارے بیٹھے رہیں اور چاہیں تو فوراً ہی اٹھ بیٹھیں۔“ (۲۶)

گلہائے رنگ رنگ

گلہائے رنگ رنگ ثاقبہ رحیم الدین کے مضامین کا ایک اور مجموعہ ہے، یہ مجموعہ ۲۰۰۴ء میں شائع ہوا۔ اس مجموعے میں ۱۹۷۹ء سے ۲۰۰۳ء تک کے مضامین شامل ہیں۔ کچھ مضامین ”محفل تنہائی“ کے بھی اس میں شامل ہیں جیسے ”عشق کے درد مند کا طرز کلام اور ہے“، ”علامہ اقبال کا ذہنی ارتقاء“، ”عشق ثقافت"، "شوخی قلم“، ”سمندر“، ”ادب اور آرٹ کا اسلامی ورثہ“ اور ”کہانی کی کہانی“۔ اس کے علاوہ شخصیات کے مضامین جو دوسرے مجموعوں میں ہیں وہ بھی اس میں شامل ہیں، ان کے نام یہ ہیں، شاہ عبداللطیف بھٹائی، صادقین، مولانا حسرت موہانی، مرزا ادیب، غالب، جوش ملیح آبادی، ڈاکٹر وزیر آغا، نسیم حجازی شامل ہیں۔

ان کے علاوہ جو مضامین اس مجموعے میں شامل ہیں وہ اس طرح ہیں:

اسلام کا نظریہ تعلیم،

اسلامہ تہذیب اور پاکستان، جدید اردو ادب میں انسان کا تصور، خواتین کی شاعری پر ایک نظر، میڈیا اور مستقبل کے معماراکیسویں صدی اور سائنس اور ٹیکنالوجی کا عظیم دور شامل ہیں۔

ثاقبہ رحیم الدین نے ان موضوعات پر معلوماتی مضامین تحریر کیے ہیں، ان کے یہ مضامین کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ثاقبہ ان سب پر گہری نظر ہے۔ مطالعہ وسیع ہے، جس کی وجہ سے آپ منفرد انداز میں انشایئے اور مضامین لکھنے میں کامیاب ہوئی ہیں۔ اسلامی نظریہ تعلیم میں ثاقبہ رحیم الدین نے زور دیا ہے کہ اگر ہم تعلیم، سیاست اور معاشرت سب میں اسلامی قوانین لائیں گے پھر ہی ہمیں کامیابی مل سکتی ہے۔ اس مضمون کا آخری اقتباس دیکھیے:

”اسلامی نظریہ تعلیم بلا شک و شبہ وہ بنیاد فراہم کرتا ہے جس پر ایک اسلامی معاشرہ اور ترقی یافتہ ملت کی عمارت استوار کی جا سکتی ہے۔ اسلامی نظریہ تعلیم کی یہ خصوصیت ایک تاریخی حقیقت بھی ہے اور مستقبل کے لیے راہِ عمل بھی۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں علوم و فنون کے میدان میں ترقی کی ابتدا ہمیں وہیں سے کرنی ہو گی جہاں سے ہم نے علوم و فنون کے اس عظیم سرمائے سے رشتہ منقطع کیا تھا۔ جو ہمارے آباؤ اجداد اور اسلام کے عظیم علما کی میراث تھا۔“ (۲۶)

”جدید اردو ادب میں انسان کا تصور“میں ثاقبہ نظم و نثر میں اظہار ذات اور شخصیت کے ادب میں منعکس ہونے پر بحث کرتی نظر آتی ہیں:

”جدید اردو ادب میں انسان کا مسئلہ نئے سرے سے "انسانی اقدار کی تخلیق“ ہے۔ ایک ایک فرد کی شخصیت کی کئی تہیں ہیں۔ ان تہوں کے ہٹتے رہنے سے اجالا ہے اور کہیں چھپنے کا سماں اور دھند ارتقا پذیر اور متحرک زندگی کا تقاضا ہے کہ دھند ہٹے اور اجالا پھیلے، دور جدید کا قلم اسی پر خار سفر پر رواں ہے۔“ (۲۷)

”پذیرائی“ مضمون میں اعتبار ساجد کے کلام پر تبصرہ کیا ہے۔ اعتبار ساجد شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ مضمون نویس، سفر نامہ نگار، افسانہ نگار بھی ہے۔ مختلف اصناف پر آپ نے طبع آزمائی کی اور کامیاب رہے۔ لیکن زیادہ شہرت کی وجہ ان کی شاعری بنی۔ ثاقبہ رحیم الدین نے اعتبار ساجد کی شاعری پر سیر حاصل مضمون تحریر کیا ہے۔ انہوں نے اعتبار ساجد کو جدید دور کا شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ روایت پسند شاعر بھی کہا ہے۔ ان کی شاعری کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہتی ہیں: ”ارتقا اور انقلاب کی شدید آرزو دور حاضر کا تقاضا ہے۔اور یہی اعتبار ساجد کی تمنا بھی ہے۔وہ کہتے ہیں:

باغبانوں ! ہر شہادت کی خبر گنتے رہو
باغ میں باقی ہیں، ان کتنے شجر گنتے رہو
کون جانے کب پلٹ کر آئیں گے پیغام بر
اب منڈیروں پر حنا آلود پر گنتے رہو(۸۲)

ثاقبہ رحیم الدین کے مضامین کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان کا مطالعہ گہرا ہے۔ انہوں نے متنوع موضوعات پر مضامین تحریر کیے ہیں جس میں شخصی مضامین، علمی مضامین، ادبی مضامین، طنز و مزاح کے مضامین شامل ہیں۔ ان کے مضامین انشائیہ بھی ہیں، جس میں ہلکے پھلکے انداز میں گہری باتیں تحریر کی ہیں۔ انسان سے محبت، انسانیت اور بھائی چارہ آپ کی تحریروں کے بنیادی موضوعات ہیں۔ اس کے علاوہ تنہائی اور دل کی تنہائی کو بھی آپ نے موضوع بنایا ہے۔ ثاقبہ کی تحریروں میں سادگی اور روانی ہے، سنجیدگی ہے اور تاثر بھی ہے۔ اس قسم کی نثر کو علی گڑھ کے رومانی انشاپردازوں نے پروان چڑھایا تھا۔ ثاقبہ رحیم الدین کی یہ مہارت ہے کہ مشکل سے مشکل مضمون کو بھی دلچسپ بنا کر قاری کے سامنے پیش کرتی ہیں۔ ان کے مضامین پر بات کرتے ہوئے راضیہ بتول اپنی کتاب ”ثاقبہ ایک تحریک“میں لکھتی ہیں:

”یہ متفرق اور منفرد مضامین اپنے ”منتشر جذبات“ اور بکھرے ہوئے خیالات کے ساتھ ساتھ سماجی اور معاشرتی رویوں کی تصویر کشی کرتے نظر آتے ہیں۔ انہی تنقیدی مضامین کے ذریعے ثاقبہ اصلاح معاشرہ کا فریضہ انجام دیتی ہیں۔ اس اعتبار سے ان کی تاثراتی تنقید عملی تنقید کی سرحدیں عبور کر لیتی ہیں۔ بطور ناقد ان کا بنیادی حوالہ تہذیب و اقدار بنتا نظر آتا ہے۔ انہوں نے تہذیب کو عملاً اپنا موضوع بنایا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مشرقی اقدار اور روایات ان کی تحریر کے پس منظر کا کام دیتے ہیں۔“ (۲۹)

ثاقبہ رحیم الدین اپنی تحریروں میں لفظ سے زیادہ خیال، جذبے اور فکر کو اہمیت دیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریروں میں ان اصطلاحات نقد کا کوئی مربوط نظام نظر نہیں آتا۔ آپ سادے انداز میں تنقیدی شعور کا اظہار کرتی نظر آتی ہیں۔ یہ ان کا انداز فکر ہے جس کی وجہ سے بلند ادبی شعور نہ رکھنے والے قاری بھی ان کے مضامین سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ان کے مضامین کے اُسلوب سادگی ہے۔ مظاہر فطرت کی عکاسی کے ساتھ ساتھ حسن و جمال سے وابستگی ثاقبہ کی شخصیت اور اسلوب کا خاص پہلو ہے۔ رکھ رکھاؤ، سلیقہ اور شائستگی جمالیاتی اقدار کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر ثاقبہ کے اسلوب کو بناتے ہیں۔ اس اسلوب پر رومانوی رنگ نمایاں ہے۔ مختصر ثاقبہ رحیم الدین کے مضامین ادبی معیار کے لحاظ سے کسی طرح بھی کم تر نہیں ہیں۔ یہ مضامین زیادہ تر انشائیہ نما ہیں۔ جس میں انہوں نے الفاظ سے زیادہ خیال پر زور دیا ہے۔ادب کی دنیا میں ان کے مضامین اہم حیثیت رکھنے کے اہل ہیں۔

حوالہ جات

۱۔اقصیٰ تسنیم،ثاقبہ رحیم الدین ایک مطالعہ،لاہور:زاہد بشیر پبلشرز،۲۰۰۳،ص:۷۶

۲۔رفیع الدین ہاشمی،ڈاکٹر،اصنافِ ادب،لاہور:سنگِ میل پبلیکیشنز،۱۹۷۶،ص:۱۵۶

۳۔صفی مرتضیٰ،سید،اصنافِ ادب کا ارتقا، لکھنؤ: پریس لکھنو، سنِ اشاعت (ن۔د)،ص:۷۴۔۷۵

۴۔ثاقبہ رحیم الدین، محفلِ تنہائی،راولپنڈی:پیپ بورڈ پرنٹرز،۲۰۰۴،ص:۲۸

۵۔خالدہ حسین، مضمون: محفلَ تنہائی،مشمولہ: محفلَ تنہائی از ثاقبہ رحیم الدین،راولپنڈی،پیپ بورڈ پرنٹرز،۲۰۰۴،ص:۳

۶۔ ایضا،ص:۳۱

۷۔ ایضا،ص:۳۵

۸۔ ایضا،ص:۷۸

۹۔ ایضا:ص:۷۸

۱۰۔ ایضا،ص:۱۰۵

۱۱۔ ایضا،ص:۱۳۳

۱۲۔ ایضا،ص:۲۳

۱۳۔ ایضا،ص:۱۷۳

۱۴۔ ایضا،۱۸۳

۱۵۔ ایضا،۱۸۶

۱۶۔ ایضا،۱۸۹

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

۱۷۔ ایضاً،۱۹۲

۱۸۔ ثاقبہ رحیم الدین،تہذیب کے زخم،راولپنڈی،پیپ بورڈ پرنرز،۲۰۰۷،ص:۲۵

۱۹۔ ایضاً،ص:۳۲

۲۰۔ ایضاً،ص:۵۰

۲۱۔ ایضاً،ص:۵۵

۲۲۔ ایضاً،ص:۶۲

۲۳۔ ایضاً،ص:۱۰۰

۲۴۔ ایضاً،ص:۱۳۳

۲۵۔ ایضاً،ص:۱۳۳

۲۶۔ثاقبہ رحیم الدین،گلہائے رنگ رنگ،ص:۳۔۴

۲۷۔ ایضاً،ص:۲۲۴

۲۸۔ ایضاً،ص:۵۴۶

۲۹۔راضیہ بتول جعفری،ثاقبہ ایک تحریک،ملتان:عاتکہ پرنٹرز،۲۰۰۶،ص:۲۸۔۲۹